بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

اللہ المستعان

مرزا رفیع احمدؒ ربوہ ____________

عزیزم محمد ارشد سلمہٗ اللہ

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ‘

آپ سے بہت شرمندہ ہوں کہ اتنا عرصہ ہوگیا آپ کے خط کا جواب نہیں دے سکا خط کہیں رکھ کر بھول گیا اب بعد مدّت ڈاک میں سے آپ کا خط نکلا تو جواب لکھ رہا ہوں۔

آپ نے المصلح رسالہ کیلئے قرآن نمبر نکالنے اور اعجاز القرآن پر مضمون لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ امید ہے کہ اب تک تو لکھ بھی چکے ہوں گے اگر ابھی تک نہیں لکھا یا یہ سلسلہ جاری رکھنا چاہتے ہیں تو ایک دو اُمور کے بارے میں لکھتا ہوں۔

اعجاز نام ہے اس بے مثل چیز کا جسکے پیش کرنے سے قوائے بشریہ عاجز ہوں قرآن خدا کا کلام ہے **انزلہٗ بعلمہٖ** مشتمل بر علم الٰہیٰ نازل ہوا خدا کی ذات بے مثل و مانند لاشریک ہے اسکا علم کامل اور بے مثل ہے اسلئے اس کی کتاب جو مشتمل بر علم الٰہیٰ ہے وہ بھی بے مثل، بے نظیر اور یکتا ہے اس مضمون کو بار بار قرآن کریم میں مختلف اسالیب سے بیان کیا گیا **فأتوا بسورۃ من مثلہٖ وادعوا شہداء کم من دون اللہ۔ ایک اعجاز** بلکہ سارے معجزات کی بنیاد ہے کہ سارے لوگ ساری کتابیں سارے علوم مل کر اور ملا کر مقابلہ کرو **فان لم تفعلو ولن تفعلو فاتقوا النار التی اعدت للکافرین یہ دوسرا اعجاز ہے** کہ ڈنکے کی چوٹ چیلنج کر دیا اور اسکے مقابلہ پر آنے والوں کے بد انجام کا ذکر بھی کر دیا۔

قرآن کریم کے اعجاز کی ایک صورت یہ ہے کہ اس میں ایسی متضاد باتیں جنکا یکجا ہونا محال عقلی ہے، انکا تضاد دور کر کے انکو اکٹھا کر دیا مثال کے طور پر قرآن کریم دینی کتابوں میں سے سب سے چھوٹی کتاب یعنی حجم کے لحاظ سے سب سے چھوٹی ہے اسکی کل آیات سات ہزار سے بھی کم ہیں لیکن بایں ہمہ مفصّل بھی ہے یہ اختصار و اجمال اور اسکے ساتھ بہ تفصیل بیک جگہ جمع کر دینا قوائے بشریہ سے یکسر محال ہے یہ قرآن ہی کی شان ہے کہ کمال اختصار کے ساتھ بہ تفصیل کہ **مافرطنا فی الکتاب من شیءٍ** سورۃ الزمر کی آیت **اللہ نزّل احسن الحدیث کتاباً متشابھا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم و قلوبھم الیٰ ذکر اللہ** اوّل اعجاز اللہ نزَّل میں ہے کہ یہ بے مثل وجود کا کلام اور بے مثل ہے۔ اللہ حُسن ازلی اور کمال ذاتی والا ازلی و ابدی محبوب و معبود ہے اسکی کتاب حُسن میں کامل سب سے بڑھ کر اور بے مثل ہے پس دوسرا اعجاز احسن الحدیث کتاباً کی شان میں ہے۔

تیسرا اعجاز متشابہ ہونے میں اسکے مضامین اور تعلیمات الفاظ و بیان میں حد درجہ تناسب پایا جاتا ہے جیسا کہ کسی بھی خوبصورت وجود کے خدوخال قدوقامت میں لازماً تشابہ اور تناسب ہوتا ہے ورنہ خوبصورت نہیں رہتا تو جب حسین کا یہ حال ہے تو احسن کا اس پر قیاس ہی کیا جاسکتا ہے۔ ایک حسین وجود کیلئے لازم ہے کہ اسکے سب خدوخال اپنی اپنی جگہ کمال حسن رکھتے ہوں اور پھر باہم متناسب بھی ہوں اگر کسی انسان کا ناک انتہائی خوبصورت ستواں ہو لیکن دہانہ بھدا ہو تو کیا خاک حسن ہے ایک دو چار دس کتنے بھی عضو حسین ہوں جب تک سارے خدوخال خوبصورت ہی نہیں متناسب بھی نہ ہوں اور ایک دوسرے کو نکھارنے والے نہ ہوں حسین وجود نہیں بنتا پس قرآن احسن الحدیث ہے کہ جسکو لازم ہے کہ متشابہ بھی ہو قرآن کریم میں معیار ہی ایسے اعلیٰ بیان ہوئے ہیں کہ فی ذاتہٖ اعجاز کا رنگ رکھتے ہیں بایں ہمہ **مثانی (چوتھا اعجاز۔ ناقل)** بھی ہے ایک ہی حسن کئی کئی رنگ میں جلوہ گری کرتا ہے عقل کو بھی نور عطا کرتا ہے روح کو بھی بصارت کی بھی تسکین ہے اور بصیرت کی بھی اور مثانی ہے ان معنوں میں بھی کہ حسن ازل کا بھی آئینہ ہے اور فطرت انسانی کے کمالات جمیعہ متفرقہ کا بھی آئینہ دار اس مضمون کو اشارۃً

یوں بھی بیان فرمایا أأنتم اشد خلقا ام السماء بناها یہاں بھی دو متضاد باتیں اکٹھی کر کے مضمون کو مشکل کر دیا اور پھر اس مشکل کو حل فرما کر قرآن کا اعجاز ظاہر کیا تضاد اور مشکل یہ ہے کہ ایک طرف یہ حقیقت ہے جو قرآن مجید سے ثابت شدہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے دوسری طرف بتایا جارہا ہے کہ السماء جس سے مراد قرآنی اصطلاح میں جیسا کہ مسیح موعود نے تشریح فرمائی ساری کائنات وموجودات ہیں وہ آسمان بناوٹ میں پختہ تر ہے تو پھر انسان اشرف کس طرح ثابت ہوا قرآن کریم کی شان مثانی نے اس تضاد کو دور کر دیا کہ قرآن نور عقل ہی کا رہنما نہیں روح کو بھی تابندگی اور نور عطا کرتا ہے پس جب انسان اشرف ہونے کا دم مارتا ہے اور اپنا کمال صرف وجود ظاہری اور کمال عقلی کے رنگ میں پیش کرتا ہے نور باطن سے عاری ہوتا ہے تو گویا وہ خود تضاد کا شکار ہے قرآن پر کیا اعتراض قرآن کی شان مثانی تو اس تضاد کو دور کرتی ہے کہ بتاتی ہے کہ انسان کو اگر نور عقلی کے ساتھ نور باطن بھی عطا ہو تو وہ اشرف ہے ورنہ اسکو باقی کائنات پر کیا وجہ فضیلت حاصل ہے کچھ بھی نہیں سورۃ الصافات میں اس مضمون کو یوں کھولا کہ فرمایا أهم أشد خلقاً أم من خلقنا ء انا خلقنٰهم منْ طين لازب اے انسان جو خدا سے دور ہونے کے باوجود شرف کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں بناوٹ میں پختہ تر اور خلقت میں کامل ہوں تیرا دعویٰ باطل ہے تو انکے مقابل کچھ بھی شرف نہیں رکھتا جنہیں ہم نے پیدا کیا۔ پیدا تو سب کو اسی ایک ذات نے کیا یہاں ہم نے پیدا کیا ام من خلقنا قرآن کریم کی شان مثانی کے حسن کا عجیب کنایہ ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ وہ جو ہمارے ہو گئے جنکی نسبت کلیۃً ہماری طرف ہو گئی ہے یہ نہیں کہ کچھ خدا کے ہوں کچھ شیطان اور ہوائے نفس کے بندے پس ام من خلقنا سے مراد وہ ہیں جو خدا کے ہاتھ سے دوبارہ زندہ کئے گئے جو سارے کے سارے خدا کے ہو گئے جنہوں نے ادخلوا فی السلم کافۃً کے امر کا جامہ پہن لیا اسکو آگے خود ہی کھول کر بتا دیا کہ انّا خلقنا هم من طين لازب انکی طینت لازبہ ہے وہ خدا کے ساتھ چمٹ جانے والے اسی کے ہو رہنے والے بندے ہیں۔

پھر سورۃ الزمر کی مندرجہ بالا آیت میں **پانچواں اعجاز** انکے موثّرات خارجیہ کا بیان ہے تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم و قلوبهم الیٰ ذكر الله اوّل تاثیر اسکی یہ ہے کہ اس سے عظمت وجلال الٰہی کی ایسی ہیبت طاری ہوتی ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دوسرا اثر یہ کہ پھر جلود میں نرمی پیدا ہوتی ہے یہاں بھی دو متضاد صفات اکٹھی کر دیں۔ رونگٹے تبھی کھڑے ہوتے ہیں جب جلد میں کسی وجہ سے سختی اور خشونت پیدا ہو اور خشونت لینت کی ضد ہے۔

ایک اور وجہ **فضیلت اور اعجاز** کی یہ صورت ہے کہ قرآن مجید جیسا کہ آپ جانتے ہیں ۲۳ سال میں منجّماً تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا اور یہ اعجازی صورت رکھتا ہے جیسا کہ خود فرمایا كذلک لنثبت به فوء ادک ورتلنا ترتيلا فی ذاتہ معجزہ ہے جسکا دشمن بھی اقرار کرنے پر مجبور ہیں اور چونکہ قرآن کریم کا منجّماً نازل ہونا اس اعجاز کا سبب ہے اسلئے جو اعجاز کی بنیاد ہے وہ خود اعجاز ہے پھر فرمایا و رتّلناه ترتيلا ٹکڑوں میں نازل کیا جانا پھر یہ حسن تناسق اور حسن نظم اور کمال ترتیب کہ تمام آیات اور تمام سورتیں یوں متناسق ہیں کہ مل کر کتاباً متشابهاً کی شان اختیار کر لیتی ہیں قرآن شعر نہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس میں شعری خوبی اور وزن اور ترنّم نہیں اسلئے فرمایا رتّل القرآن ترتيلا حسن صوت اور خوبصورتی کیساتھ اسکی تلاوت ہو یہ ایسی معجزانہ خوبی ہے کہ فرمایا ما اذن الله شیءٍ ما اذن الله لرسوله يتغنّٰى بالقرآن اللہ تعالیٰ کسی بات کو اس شوق سے نہیں سنتا جس شوق سے اپنے رسول کو قرآن پڑھتے ہوئے جب وہ اپنی حسین اور سریلی آواز میں قرآن پڑھ رہا ہوتا ہے سنتا ہے۔ ثابت ہوا کہ قرآن کا ٹکڑے ٹکڑے نجوم کی شکل میں نزول بھی فضیلت اور اعجاز ہے اور اسکی ترتیل یعنی کمال نسق اور حسن نظم کے ساتھ ترتیب بھی اعجاز ہے

اسی مضمون کو سورہ الواقعہ میں یوں بیان فلا أقسم بمواقع النجوم وانه لقسم لو تعلمون عظيم انه لقرآن كريم میں مواقع نجوم کی قسم کھاتا ہوں نجوم کے کئی معانی ہیں مگر دو معنوں کو اولیّت حاصل ہے ایک تو نجوم کے معنے قرآن کریم کے مختلف ٹکڑے ہیں جو ضرورت حقّہ کے تحت وقتاً فوقتاً نازل ہوئے

یعنی قرآن کریم کا ایک وقت میں نازل نہ کیا جانا بلکہ منجّماً نازل کیا جانا اتنا عظیم الشان ہے کہ خداتعالیٰ نے اسکی عظمت کو قسم کیساتھ بیان کیا۔ قسم اپنی ذات میں عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ ایسی چیز کی قسم کھائی جاتی ہے جو عظمت شان رکھتی ہے لیکن اس پر متضاد یہ کہ فرمایا یہ معمولی قسم نہیں بلکہ عظیم ہے قسم کی عظمت مقسم بہٖ کی عظمت کی دلیل ہے قرآن کریم ہے یعنی اسکا اوّل منجّماً نزول کہ ہر ضرورت کے وقت خدا کے کلام نے نازل ہو کر اپنا شرف اور اپنا کرم ظاہر کیا جو ایک بار ضرورت کو پورا کرے وہ بھی کریم کہلاتا ہے لیکن جو ہر ضرورت کے وقت کرم دکھائے اسکی کریمی کے کیا کہنے یہ ایسا عظیم اور غیر معمولی کرم ہے کہ اس لائق ہے کہ اسکی قسم کھائی جائے پھر ایک بار اس نے ٹکڑوں میں نازل ہو کر اپنی کریمی دکھائی تو پھر اکٹھی ہو کر ایک اور شان کریمی کا ظہور ہوا واضح ہے کہ قرآن منجّماً بھی نازل ہوا اور اکٹھا بھی کہ فرمایا ہر رمضان میں جبریل نازل شدہ قرآن لیکر آتے اور یاد کرواتے آخری رمضان میں سارا نازل شدہ قرآن اکٹھا لیکر آئے اور دوبار سنایا یہاں بھی دو مہ چیزیں اکٹھی کر دیں کہ قرآن منجم بھی نازل ہوا اور مفصل اکٹھا بھی نازل ہوا غرض دو رنگ کا اعجاز ہے جب منجّماً نازل ہوا تو ایک شان عظمت دکھائی پھر دوسری اور آخری ترتیب کے ساتھ نازل ہوا تو ایک اور اعجاز کی صورت ظاہر ہوئی سب سے پہلے سورۃ الفاتحہ کو رکھا اور بعض روایات کی رو سے الفاتحہ ہی سب سے پہلی نازل ہونے والی سورۃ ہے پھر دائمی ترتیب میں بھی اس کو پہلے رکھا کہ یہ سارے قرآن کا خلاصہ اور مضامین قرآنی کیلئے مفتاح ہے اور اس کو **سبع من المثانی** کا نام دیا پس سارا قرآن ہی مثانی ہے اور سورۃ الفاتحہ **سبع من المثانی** سارا قرآن سات آیات میں جمع کر کے اسکا خلاصہ ابتداء میں رکھ دیا مثانی کی شان پر غور کریں کہ یہ سات آیات کس تکرار سے پڑھی جاتی ہیں میں نے غور کیا تو اندازہ کیا کہ میں دن میں اندازاً پچاس دفعہ سورۃ الفاتحہ پڑھتا ہوں ایسے بھی خوش قسمت ہوں گے جو اس سے بھی زیادہ بار پڑھتے ہیں۔ ہر شخص جو نماز پنجگانہ کا التزام کرتا ہے کم از کم ۳۰ بار روزانہ سورۃ الفاتحہ پڑھتا ہے۔ کیا یہ کوئی کم اعجاز ہے کہ پہلے سے پیشگوئی فرمادی کہ یہ **سبع مثانی** ہے اتنی تکرار اور کثرت سے پڑھی جائے گی کہ کوئی دوسرا کلام اس کثرت سے نہیں پڑھا جائے گا حساب کریں اس وقت دنیا کی آبادی پانچ ارب کے لگ بھگ ہے جسکا چوتھا حصہ مسلمان ہے یعنی ایک ارب پچیس کروڑ۔ عیسائی دجل سے کم بتاتے ہیں دجّال جو ہوئے وہ جھوٹے ہیں کہ نبی صادق و مصدوق نے پہلے ہی فرمایا تھا کہ **انی مکاثر بکم الا مم یوم القیامہ** کثرت عدد کے لحاظ سے بھی ہے اور خیر امّت ہونے کے لحاظ سے بھی کہ مکاثرہ مغالبہ کے معنی بھی دیتا ہے کہ فرمایا **انا اعطیناک الکوثر** اور فرمایا **لا تمنن تستکثر** احسان کر اور کرتا جا مگر کبھی کسی پر احسان جتانا نہیں ہم تجھے بہت دیں گے **تستکثر** کے معنی طلب کثرت کے نہیں جیسا کہ اکثر نے سمجھا ہے کہ بلکہ حصول کثرت کے ہیں کہ استفعال کا خاصہ طلب ہی نہیں اور بھی خواص ہیں جن میں سے ایک وجدان اور حصول کے معنی ہیں خود قرآن کریم میں باب استفعال اسی مادہ سے ان معنوں میں آیا ہے فرمایا **قل لو کنت اعلم الغیب لا ء ستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء** کہہ کہ اگر مجھے علم غیب ہوتا **لاء ستکثرت** تو مجھے بے شمار سب سے زیادہ خیر حاصل ہو جاتا اور مجھے کوئی بھی تکلیف نہ پہنچتی کثرت کا انکار نہیں بلکہ علم غیب ذاتی کے نتیجہ میں حصول خیر کا انکار ہے کہ جو بھی ملا علام الغیوب کی عطا سے یعنی کثرت بھی ہے اور وہ من جانب اللہ عطا ہے ذاتی علم اور ذاتی کوشش کے نتیجہ میں نہیں اگر ذاتی کوشش کا دعویٰ ہوتا تو باطل ہوتا کہ علم غیب صرف خدا کو حاصل ہے اگر ذاتی کوشش سے ہوتا تو آنجناب کا عبداللہ المطلق ہونا اور محمدؐ ہونا ثابت نہ ہوتا کہ یہ بات الحمدللہ کے خلاف ہے بہر حال عددی کثرت بھی اعجاز ہے اسی لئے دجّال اسکو چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور مکاثرہ بمعنی مغالبہ بھی کہ ایک ہی غلام مسیح موعود ایک ہی امتّی سب دنیا پر غالب ہے۔ کثرت عدد کے مدّنظر دیکھا جائے تو ایک موٹا حساب یہ ہے کہ اگر دس فیصد بھی پنجگانہ نماز کا التزام کرتے ہوں تو کم از کم، کم از کم تو سبع مثانی ہر روز قریباً چار ارب دفعہ پڑھی جاتی ہے۔ ہے کوئی کتاب جو مثانی کی یہ شان بلکہ اسکا ہزارواں حصہ بھی دکھا سکے۔ **سبعاً من المثانی** کے بعد والقرآن العظیم کی شان دکھائی تو اسے **الٓمّٓ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یو منون** سے شروع کیا چار مختصر جملوں میں کمال اجمال اور کمال اعجاز کے ساتھ قرآن کریم کا دعویٰ اسکی عظمت اسکی ضرورت اور دوسری کتابوں کے بالمقابل اسکی شانِ اعجاز اور فضیلت کو نہ صرف بیان کیا بلکہ دلائل کیساتھ اسکا ثبوت مہیا فرمایا۔

کسی چیز کے لئے چار علتوں کا ہونا ضروری ہے اور کسی چیز کے کامل ہونے کیلئے اسکی چاروں علتوں کا کامل ہونا لازمی ہے یعنی علّت فاعلی فرمایا قرآن عظیم اور بے مثل ہے کیونکہ اسکی علّت فاعلی عظیم ہے اور بے مثل و مانند ہے یعنی اللہ وہ ذات مستجمع جمیع صفات حسنہ جسکو ہر حمد سزاوار ہے جو ہر عیب سے پاک ہے دوسرے علّت مادی فرمایا قرآن عظیم ہے کہ اسکی علّت مادّی یعنی جس سے وہ بنا ہے بے نظیر ہے یعنی علم الٰہی جسکے برابر کوئی دوسرا علم نہیں اور یوں بھی دیکھا جائے تو الٓمّ فی ذاتہٖ ایک مستقل معجزہ ہے مگر اسکی تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں بنیادی طور پر یوں سمجھ لیں کہ ہر کلام پر کتاب کلمات سے مرکّب ہے حروف کو اظہار خیال اور مافی الضمیر کی ادائیگی کے لئے استعمال کرنا یہ صرف قرآن کی شان ہے ایک اُمّی فداہ ابی وامی ایک کتاب پیش کرتا ہے اور اُمّی کو حروف تہجی کا علم نہیں ہوتا کلمات کا استعمال تو اُمّی غیر اُمّی میں مساوی ہے بلکہ بعض اوقات ایک غیر اُمّی سے اُمّی بڑھ کر فصیح اللسان ہوتا ہے مگر حروف کی پہچان حروف کا علم درس وقراءت سے تعلق رکھتا ہے وہ اُمّی اپنی کتاب میں حروف کو ادائے معانی کے لئے استعمال کرتا ہے اور ایسے طور پر کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے یہ حروف وہ اُمّی فداہ ابی وامی ۲۹ سورتوں میں ۱۲۸ اشکال میں لاتا ہے گویا بتاتا ہے کہ عربی زبان کے حروف تہجی ۲۹ ہیں مگر کہہ سکتے ہیں کہ ۲۸ ہیں کہ الف اور ھمزہ دراصل ایک ہی حرف کی دو صورتیں ہیں ساکن ہوں ہو تو الف متحرّک ہو تو ھمزہ کہلاتا ہے اور ان ۲۹ حروف میں سے چودہ فواتح سور کی شکل میں لائے جاتے ہیں تا کہ یقین ہو جائے کہ حروف تہجی دراصل ۲۸ ہی ہیں جنکے نصف چودہ ہوتے ہیں اور ۲۸ کے نصف وہ چنتا ہے جو عربی کلمات میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں یہ ایک استقرائی اعجاز ہے کہ مواد لغت عربی کی چھان بین کر کے یہ معلوم کرنا کہ کون سے حروف کا استعمال غالب استعمال ہے یہ معمولی کام نہیں اسکے لئے تو دراصل کمپیوٹر چاہئے بہرحال قرآن کی فضیلت اور اعجاز کو شروع ہی میں یوں بیان فرمایا کہ اسکی علّت فاعلی کامل اور اسکا مئولف انسان نہیں بلکہ وہ وجود ہے جو ازلی ابدی طور پر کمال ذاتی کی صفت سے متصف ہے اور اسکی علّت مادّی کامل کہ علم الٰہی پر مشتمل ہے جو بے مثل ہے اور اسکی علّت صوری بھی کامل ذالک الکتاب لا ریب فیه اسکی صورت ہے ایسی کتاب ہے کہ اسکے بالمقابل کسی دوسری کتاب کو کتاب کہنا ہی مغالطہ ہے وہ کتاب ہے جسکی موسیٰ نے پیش خبری کی تھی کہ تیرا خدا تیرے بھائیوں میں سے تجھ سا نبی کھڑا کرے گا اور اپنا کلام جسے وہ خدا کے نام سے (بسم اللہ) سنائے گا اسکے منہ میں ڈالے گا اور وہ لا ریب ہے ہر حق دے دیا ہے کوئی حق مارا نہیں اس میں کوئی ظلم نہیں ہر چیز کو ہر وجود کو اسکا مقام دیا گیا ہے بے محل بے موقع کوئی بات نہیں اسکی علّت غائی بھی کامل کہ هدی للناس ہی نہیں بلکہ هد ی للمتقین بھی ہے کامل متقی موسیٰ، عیسیٰ، ابراہم بھی اسکے محتاج ہیں۔

پھر چاروں جملوں میں بغیر حرف ربط کے ایسا بے مثل رابطہ علّت ومعلول کی صورت میں اور دلیل ومدلول کی شکل میں قائم کیا ہے جو بے مثل ہے علّت اولیٰ اسکی یہ کہ اللہ اسکا فاعل ہے اور اسکا معلول یہ کہ بے مثل ہے۔ ہر علم کے بیان میں انا الله اعلم جب دو علتیں یعنی علّت فاعلی اور علّت مادّی جمع ہو گئیں تو لازماً انکا معلول ذالک الکتاب لا ریب فیه ہوگا اور جو الکتاب اور لا ریب کتاب ہوگی ممکن نہیں کہ وہ هدی للمتقین نہ ہو اس پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ پھر هدی للمتقین کا بھی معلول ہونا چاہئے جو تسلسل اور دور کو چاہتا ہے جو منطقی طور پر محال ہے تو اسکی یہ صورت رکھی کہ اسکی دوسری صورت دلیل ومدلول کی رکھ دی کہ هدی للمتقین کی دلیل ذالک الکتاب لاریب فیه ہے اور ذالک الکتاب کی دلیل بے مثل علم ہے اور بے مثل علم کی دلیل یہ کہ خدا کا کلام ہے جسکا علم کامل جسکی ذات کامل تو هدیً کی دلیل کیا ہے اسکا جواب واضح ہے جو اگلی آیات میں یومنون بالغیب ۔۔۔ اولآئک علیٰ هدیً من ربهم و اولائک هم المفلحون میں اشارۃ النص کے طور پر بیان ہوا کہ تجربہ کر کے دیکھ لو لیبارٹری ٹسٹ کے ذریعہ ثبوت دیا کہ انکو دیکھ لو جنہوں نے قبول کیا۔ کیا انہوں نے فلاح پائی یا نہیں خود عمل کر کے دیکھ لو ہر ہر لفظ میں اعجاز ہے مختصراور اکثر اشارات کی صورت میں لکھ دیا ہے غور کرینگے تو اسکے اندر سے اور بہت سی وجوہ اعجاز نکلیں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

والسلام مرزا رفیع احمد